ڈاکٹر ہری اوم

Secretary To Govt of UP GAD LUCKNOW

میاں

ترجمہ:-حفیظ بن عزیز

یوں تو رحمت کو اپنی عمر بھی ٹھیک سے یاد نہیں تھی لیکن گاؤں میں ان کی کہانی بہت پرانی تھی۔ان کی شخصیت میں اوپر سے بھلے ہی کچھ خاص نظر نہ آئے لیکن گاؤں کے لئے رحمت ایک خاص شخصیت کے حامل تھے۔سماج کے ہر طبقہ،عمر اور ذات کے لوگ رحمت کے بارے میں بڑی دلچسپی سے گفتگو کرتے تھے،قد وقامت نہایت مناسب،اُنہیں شاید ہی کسی نے پٹرے والی تہبند اور میل سے بے رنگ ہوئے کُرتے کے علاوہ کسی لباس میں دیکھا ہو،میرا ماننا ہے کہ رحمت کے بعد والی کسی پیڑھی نے انہیں جوان نہیں دیکھا ہوگا۔بالکل ملانصیرالدین کی طرح ہی رحمت بھی گاؤں کے قصوں اور گپ شپ کا مرکز ہوتے تھے۔ان کی عقل وہمت کے ڈھیروں قصے مشہور تھے۔خاص کر جوانی کے دنوں میں رحمت کی ہمت اور طاقت سے جڑے کئی واقعہ نئی عمر کے لڑکوں میں مشہور تھے۔گاؤں سے متعلق قصوں میں رحمت کا جو کردار تھا تقریباً رحمت خود اس سے انجان تھے۔رحمت کا ذکر گاؤں میں بلاتفریق مذہب وملت ہوتا تھا۔یہ اور بات ہے کہ گاؤں میں اکثر لوگوں کو اس کے پیشے سے پہچانا اور پکارا جاتا ہے اسی وجہ سے رحمت کو بھی ایک لقب مل گیا تھا۔رحمت اپنے گھر میں کولہو چلا کر تیل پیرتے تھے ان کے آباواجداد بھی یہی کرتے رہے ہونگے اس لئے لوگ انہیں ''رحمت تیلی'' کہا کرتے تھے۔

رحمت پشتینی اور اصلی تیلی تھے ایک تو انہوں نے کوئی دوسرا پیشہ چھوڑ کر تیل پیرنے کا پیشہ اپنایا نہیں تھا اور دوسرے وہ مشین کے بجائے بیلوں کے ذریعہ کھینچے جانے والے کولہو سے تیل پیرتے تھے۔ان کے گھر کے دالان میں ہمیشہ گھُپ اندھیرا چھایا رہتا تھا۔پھوس سے ڈھکی زمین کے بیچ وبیچ کولہو گڑا ہوا تھا۔دو بیل جن کی آنکھوں پر کپڑے کی موٹی ٹوپیاں لگی رہتی کولہو کو دھیرے دھیرے کھینچتے۔ان بیلوں کی عمر بھی رحمت ہی کی طرح اندازے سے باہر تھی۔جب بھی کوئی رحمت کے گھر کے قریب

سے گزرتا اصلی سرسوں کے تیل کی خوشبو اس کی ناک میں سما جاتی۔ رحمت اکثر بیلوں کو ایک پتلی لکڑی سے کوچتے ہوئے دالان کے دروازہ پر بیٹھے رہتے۔ بیلوں کے گلے میں پڑی گھنٹیاں ہی رحمت سے محو گفتگو رہتیں۔ رحمت تیلی کی پہچان بیل اور لہو والے کمرے میں بیٹھے ہوئے ہی کی جا سکتی تھی۔ ویسے اس پہچان پر اندھیرے کی ایسی پرت چھائی ہوتی کہ بنا چراغ کے آپ اسے ٹھیک سے دیکھ بھی نہیں سکتے۔

گاؤں میں مندروں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اچھوتوں اور مسلم آبادی والے محلے چھوڑ کر تقریباً ہر محلے میں ایک نیا پرانا پکا مندر موجود تھا۔ کئی چھوٹے مندر یا مندر نما ڈھانچے بھی تھے۔ بڑے مندروں کا استعمال پوجا پاٹھ کے علاوہ بچوں کے کھیلنے، بزرگوں کی بیٹھک اور کتوں کے سونے کے لئے زیادہ ہوتا تھا۔ چھوٹے مندر جل، سندور، منت اور چڑھاوے کے کام آتے تھے۔ دنیا جہان کے تمام دوسرے مسئلوں کے علاوہ رحمت کے قصے بھی انہیں مندروں پر جمتے، نوجوان اکثر مندر کا استعمال اپنی محفلوں کے لئے کرتے جہاں وہ مذہبی باتوں کو چھوڑ کر سبھی مسئلوں پر گفتگو کرتے۔ بڑے بوڑھے اس محفل کو ''مجارٹی'' لگانا یا چکلس کرنا بولتے تھے۔ حالانکہ یہ چکلس کبھی کبھار باغ، تالاب یا کھیت کے کنارے بھی لگتی تھی لیکن تبھی جب باغ میں آم، املی کا موسم ہو کھیت میں کھیرا، ککڑی کا لطف ہو یا پھر تالاب کے کنارے کسی کھیل تماشے کا موقع ہو، گاؤں میں آج کی طرح پہلے بھی مسجد نہیں تھی۔ نہ جانے رحمت کہاں نماز پڑھنے جاتے تھے۔ ویسے گاؤں کے زیادہ تر لوگوں کا ماننا تھا کہ دوسرے مسلمانوں کی طرح رحمت بھی کہیں نہ کہیں نماز ضرور پڑھتے ہیں۔

ایک بار مندر پر کچھ لوگوں کی مجارٹی لگی ہوئی تھی، فاروق، جگدیش، جان محمد اور رام کمار گپ بازی کے موڈ میں بیٹھے تھے، گاؤں کے نئی عمر کے لڑکوں کو بڑے بزرگوں نے ان کی قد کاٹھی اور عادات و اطوار کی بنا پر نئے نئے نام دے رکھے تھے کچھ کے ایک سے زیادہ بھی نام تھے، مثلاً فاروق کو مجاور، ڈھپالی، ناٹے، نقشے باز اور محمد رفیع کہا جاتا تھا، وہ جب بھی کوئی گانا گاتا کہتا یہ گیت محمد رفیع نے بھی گایا ہے، جگدیش کا پادری نام زیادہ مشہور تھا، جان محمد کا لقب انسپٹر تھا شاید اس کے ابو اُسے پولیس انسپکٹر بنانا چاہتے ہوں گے، اسے چڑی مار بھی کہا جاتا تھا، ہاتھ کا نشانہ بڑا پکا تھا اس کا، رام کمار لمبو یا چڑ چڑے کے نام سے پکارا جاتا تھا، وہ مجارٹی میں سب سے لمبا تھا، ان سب کے لقب

اور کنیت کی بھی ایک خاص وجہ تسمیہ تھی پر کہانی وہاں جانے کی اجازت نہیں دیتی۔شام گہری ہوتے ہی فاروق عرف ڈھالی نے ایک پہیلی مجارٹی میں اچھال دی ''بتّا بھر ڈائی ، گھڑی بھر ہلائی'' بتاؤ کیا؟ جگدیش عرف پادری نے بناوٹی آنکھیں نچائیں ''بھک سالے''۔حالانکہ پہیلی سلجھانے کی کوشش سب ساتھی کر رہے تھے لیکن جو جواب سوجھ رہا تھا اسے بیان کرنے کی پہل کوئی نہیں کر رہا تھا، فاروق موج لے رہا تھا،''تم لوگ جو سوچ رہے ہو بیٹا وہ نہیں ہے''۔یہ لمبو سالا تو ہمیشہ لمبا ہی سوچتا ہے، ارے اس کا مطلب ہوا'' داتن''، گاؤں میں دانت صاف کرنے کے لئے نیم یا ببول کا استعمال باقی کسی چیز کے مقابلہ میں زیادہ ہوتا تھا، عام طور پر فاروق کو لونڈوں لفاڑیوں کے بیچ قصہ گوئی کا راجہ مانا جاتا تھا،اس میں گاؤں کی رسم وراج میں مداخلت کرنے کا ہنر موجود تھا، بہرحال بات پہیلی سے چٹکلوں تک پہنچی اور گاؤں بھر کے سبھی محلوں میں جوان ہوتی ہوئی لڑکیوں اور جوانی سے جوجھ رہی بھابھیوں سے ہوتی ہوئی رحمت پر ٹک گئی۔

ایسی محفلوں میں بھوت پریت سے جڑے سوال اور شکوک وشبہات اکثر صلاح ومشورہ کا موضوع بنتے، جب شیطان کا ذکر ہوتا تو رحمت کا بھی ہوتا،اور اگر کہیں رحمت کی بات چل نکلتی تو شیطان سے اُس کی کشتی کا قصہ آتا ہی آتا،کبھی کبھی لڑکے اپنے شکوک کو بڑوں کے سامنے بھی رکھتے ،کیدار گرو، پھلکڑ ماہتو، نور محمد موچی اور بالیسر پانڈے جب موج میں ہوتے تو گھنٹوں لڑکوں کے ذرا سے اُکسانے پر چکلس جماتے، یہ چکلس کہیں جمے،کوئی جمائے رحمت کا ذکر ہو ہی جاتا، گاؤں میں کسی نے کبھی بھی رحمت کو اپنی کہانی کہتے یا گاؤں میں مشہور اپنے قصوں پر فخر کرتے نہیں دیکھا۔ سنا، رحمت صرف کام کی ہی بات کرتے، جب چل رہے ہوتے تو ہاتھ کمر پر بندھے اور ان کی نگاہ سڑک پر جمی ہوتی اور جب بیٹھتے تو ہاتھ میں لکڑی لئے کولہو والے اندھیرے کمرے کو گھور رہے ہوتے، رحمت غیر ضروری بات بھی کرتے تھے مگر صرف اپنی عورت یا کولہو میں جتے ہوئے بیدم بیلوں سے۔

خیر رحمت کا ذکر آتے ہی پادری نے فاروق کو ٹھیلا'' ابے وہ قصہ تو سنا جب رحمت نے برگد بابا کے پریت کو پچھاڑ دیا تھا'' لمبو اور انسپٹر نے کان کھڑے کرتے ہوئے ساتھ دیا۔فاروق اس گپ یا کہانی کو اب تک کتنی دفعہ سنا چکا تھا اسے خود پتہ نہیں تھا مگر اس نے شروع ایسے کی جیسے

کوئی نئی کہانی کہہ رہا ہو، مکمل انہماک کے ساتھ۔ یہ رحمت کی جوانی کا قصہ ہے گاؤں کے باہر جو کوٹ ہے ان دنوں وہ راج محل تھا، آج کے اس ویران کھنڈر میں جہاں اب راجہ کٹار سنگھ کی بچی کھچی کنگال اولادیں رہتی ہیں، تب نوابی شان اور شاہی آن بان ہوا کرتی تھی، رحمت راج محل کے لئے پہلوانی کیا کرتے تھے فاروق نے کہانی کو اور پُر اثر بنانے کے لئے ایک گہری سانس لیتے ہوئے سامعین پر نظر ڈالی جو راج محل میں کم اور رحمت کی پہلوانی میں زیادہ ڈوبی لگ رہی تھی، تو راج محل کا پہلوان ہونے کا مطلب یہ تھا کہ جب کبھی دوسری ریاست سے کوئی پہلوان آتا اور اس ریاست میں کہیں کسی دنگل میں اترتا تو اسے آخری ٹکر رحمت سے ہی لینی ہوتی مگر رحمت کا جلوہ کچھ ایسا ہوتا کہ ان سے لوہا لینے کی ہمت کوئی نہیں کرتا تھا۔ ایک مرتبہ رِچھوار ریاست کا ایک پہلوان آیا تھا بڑا رعب دکھا رہا تھا، رحمت کو لنگوٹ باندھنا پڑا، رحمت نے کھڑے کھڑے ہی وہ قینچی داؤ مارا کہ پہلوان اکھاڑے میں گینڈے کی طرح لوٹ گیا۔

فاروق تقریباً ہر دفعہ کہانی کے منظر اور کردار کو ضرور بیان کرتا تھا، پاس کے مندر پر گھنٹا بجا یہ روز رات کو ہونے والی پوجا کے شروع ہونے کا اشارہ تھا اور اس بات کا بھی کہ اب شام کی آنکھوں میں رات اتر چکی ہے، فاروق نے گھنٹے کی آواز کے ساتھ ہی خاص طور سے پادری کو دیکھا وہ اکثر آرتی پوجا میں شامل ہوتا تھا پوجا میں وہ شنکھ بجاتا تھا، دراصل اسی وجہ سے اس کا نام پادری پڑ گیا تھا جو بعد میں بگڑ کر پادڑی ہو گیا۔ اس وقت گاؤں میں شاید ہی کسی کو پتہ رہا ہو کہ پادری عیسائی ہوتے ہیں اور وہ مندر میں نہیں چرچ میں پوجا پاٹھ کرتے ہیں اور یہ کہ پادری شنکھ بالکل نہیں بجاتے۔ بہر حال پادری نے اٹھنے کا کوئی ارادہ ظاہر نہیں کیا، فاروق واپس کہانی پر لوٹ آیا۔ برگد بابا کے مرنے کے بعد ان کی روح گاؤں کے باہر اسی برگد کے پیڑ پر رہنے لگی تھی مجال ہے کہ دس بجے رات کے بعد کوئی ادھر سے گزر جائے، کئی بار کچھ جوان پٹھوں نے ایک فرلانگ دوری سے بابا کی روح کو دیر رات پیڑ سے اترتے اور راستے پر اچھلتے ہوئے دیکھا تھا، ایک بار رحمت آدھی رات کے بعد ادھر سے گزر رہے تھے، ڈر تو رحمت کی زندگی کو چھو بھی نہیں گیا تھا، برگد کے پاس پہنچتے ہی کسی نے رحمت کو ٹوکا ''ارے کون ہے تو''؟ رحمت نے ادھر اُدھر دیکھا کہیں کوئی نہیں دکھا بس برگد کے نیچے ایک موٹا بھینسا پسرا ہوا تھا، رحمت چلنے کو ہوئے آواز اس بار زیادہ سخت تھی ''تجھے پتہ نہیں کہ اتنی رات کو ادھر سے آج تک کوئی ثابت نہیں گزرا، رحمت

ٹھٹھک گئے،انہیں لگا کہ بھینسا ہی بول رہا ہے رحمت بھینسے کے سامنے ہی جا کھڑے ہوئے ''تو کون ہے''؟ بھینسا غرایا،'' بے وقوف تجھے معلوم نہیں میں ہنومان بھگت برگد بابا کا پریت ہوں،تو بے کار اپنی موت بلا رہا ہے'' دیکھتے دیکھتے بھینسا کھڑا ہو گیا،اس کی بھنویں اور نتھنے پھڑک رہے تھے،پہلی بار کسی انسان نے اس کے سامنے کھڑے ہونے کی ہمت کی تھی،رحمت نے کلمہ پڑھا''لا الہ الا اللہ''اور بھینسے پر ٹوٹ پڑے، کہتے ہیں صبح تک چلی تھی وہ کشتی ، نہ رحمت ہار ماننے کو تیار اور نہ ہی بھینسا پست پڑتا معلوم ہو،لمبو نے کہیں سنا تھا کہ رحمت نے ایک ہی منٹ میں بھینسے کو پانی منگوا دیا تھا مگر یہاں کہانی دوسری طرف جا رہی تھی اس نے بڑی عجیب سی نظروں سے فاروق کو دیکھا ، فاروق نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں پھنسا کر جماہی لیتے ہوئے لمبی انگڑائی لی،کہانی اب اپنے اختتام پر تھی اس سے پہلے کہ کوئی روکتا فاروق نے کہانی ختم کی،آتما تو رات میں ہی دِکھتی ہے صبح کی آہٹ لگتے ہی غائب ہو جاتی ہے،رحمت بھڑے رہے جبکہ آخری پہر کے کروٹ لیتے ہی بھینسا بچنے لگا،رحمت نے کئی بار زور سے تال ٹھوکی بھینسا بدک گیا اور سرپٹ برگد کے پیڑ پر چڑھ گیا،رحمت اجالا ہونے تک ڈٹے رہے مگر سویرے پیڑ پر بھینسے کی پرچھائیں بھی نہیں دکھی ، اس رات گاؤں والوں نے رحمت کی تال کی گونج سنی تھی ، انہیں الفاظ کے ساتھ ہی مجارٹی اٹھ گئی،کسی نے اپنے گھر سے بلاوے کا انتظار نہیں کیا۔

رحمت کی جوانی کے کارناموں کے ایسے بہت سے ثبوت گاؤں میں موجود تھے پر شاید کبھی کسی نے رحمت سے بات کر کے ان کی تصدیق کرنے کی کوشش نہیں کی جبکہ رحمت جوانی کا لمبا عرصہ گزار کر بوڑھے ہو چلے تھے۔رحمت کی جوانی کے ان قصوں کے علاوہ گاؤں کے شرارتی لڑکوں نے رحمت کو مرکز بنا کر موج مستی کی ایک نئی ترکیب تلاش کر لی تھی اور یہ ترکیب نئی عمر کے لڑکوں میں دھیرے دھیرے مقبول ہوتی گئی،نئی نسل آج کی طرح ہی پہلے بھی پرانی نسل کو اپنی موج مستی کی دنیا سے دور رکھتی تھی،سو بزرگوں کو اس سب کا گمان بھی نہیں تھا،اس نئی ترکیب یا کھیل میں ہوتا یہ تھا کہ کسی انجان شخص کو جسے رحمت کے بارے میں زیادہ نہ معلوم ہو کسی نہ کسی بہانے رحمت کے یہاں بھیج دیا جاتا تھا،شرط ایک ہی تھی کہ آپ کو سرسوں کا تیل یا گائے بھینسوں کے لئے کھلی نہ لینی ہو، کیونکہ یہی رحمت کا دھندا اور دن بھر کی مشغولیت تھی ، باقی کسی دوسرے کام سے رحمت کے گھر جانے پر بنا کچھ اَول فَول سنے آپ واپس نہیں لوٹ سکتے تھے،ایک بار لڑکوں نے کسی کو تمباکو لینے رحمت کے گھر بھیج دیا،رحمت

بیلوں کے آگے گم سم بیٹھے ہوئے تھے، آدمی جا کر بے دھڑک بولا'' چاچا تمبا کو ملے گا'' رحمت نے غور سے اسے دیکھا اور پوچھا'' بیٹا کس نے تمہیں ادھر بھیجا ہے''؟ آدمی نے لڑکوں کا نام لیا، بس رحمت بھڑک اٹھے، ہاتھ کی چھڑی زمین پر پٹکی اور بولے بھاگ جاؤ دھئیجار کے.....انہیں حرام کے پلوں سے تمبا کو مانگو جا کر.....، آدمی اُلٹے پاؤں لڑکوں کے پاس پہنچا جو آس پاس ہی چھپے تھے اور دیکھتے ہی قہقہوں کا فوارا پھوٹ پڑا، رحمت گالی دیتے ہوئے اپنے دروازے کے باہر گلی میں دیر تک کھڑے رہے، رحمت کے اس ردعمل نے لڑکوں کو بیٹھے بٹھائے ایک شغل دے دیا تھا، اس طرح کبھی کسی کو سبزی، گڑ، شکر بائی کا تیل لینے لڑے بھیج دیتے اور رحمت ہر بار فراخدلی سے اُس کی ماں بہنوں کی ایسی تیسی کرتے ہوئے لکڑی لے کر اس کے پیچھے دوڑتے، پھر قہقہوں کا دور چلتا، اگر کبھی سیدھا انجان آدمی نہ ملتا تو لفنگوں میں سے ہی کوئی ایک کسی بہانے سے رحمت کے گھر پہنچ جاتا اور من مانگی مراد پاتا، پتہ نہیں رحمت کو روز روز لڑکوں کی یہ حرکت بری بھی لگتی تھی کہ نہیں اور انہیں غصہ آتا بھی تھا یا نہیں، ان کی روز کی مصروفیات تو یہی اشارہ کرتی تھیں کہ اُن کو ان سب کا بہت افسوس ہے، لیکن کبھی کبھی ان کے عمل سے یہ ظاہر ہوتا کہ وہ اس سب کا اتنا برا نہیں مانتے، ایک بار کسی کے گھر کی چارپائی ٹوٹ گئی تھی لڑکوں نے اسے رحمت کے گھر بھیج دیا، رحمت نے تھوڑی دیر اسے اوپر سے نیچے دیکھا پھر بیٹھے بیٹھے کہا'' بیٹا اپنی اماں کو بھیج دینا اُنہیں دیکھ کر بنا دوں گا تاکہ پھر جلدی نہ ٹوٹے۔''

گاؤں کی کہانی سے الگ رحمت کی اپنی کوئی کہانی نہیں تھی، گاؤں کے چپے چپے میں رحمت شامل تھے اور شاید رحمت کی زندگی میں بھی پورا کا پورا گاؤں سمایا تھا، رحمت کے بارے میں گاؤں جتنا جانتا تھا خود رحمت اپنے بارے میں اتنا نہیں جانتے تھے، رحمت بس اتنا جانتے تھے کہ اُن کے بیل پچھلے اَن گنت سالوں سے اس اندھیرے کمرے میں گھوم رہے ہیں اور رحمت کو کسی غیبی طاقت نے ایک لکڑی تھما کر ان کی پہریداری پر بٹھا رکھا ہے، بیلوں کو تو آنکھوں پر موٹی ٹوپی کی وجہ سے یہ بھی نہیں پتہ ہوگا کہ آخر وہ چل کیوں رہے ہیں، رحمت کے بیل جتنے چاق و چوبند دِکھتے تھے اتنے تھے نہیں، ٹھیک گاؤں کی طرح، گاؤں کے باہر دنیا بدل رہی تھی، ہواؤں میں تیزی تھی، تیز ہوائیں شہروں اور قصبوں کو بدل رہی تھیں، رحمت اور ان کے بیلوں کو ان ہواؤں سے کچھ لینا دینا نہیں تھا، ویسے گاؤں میں صبح سے شام تک ہونے والے واقعات گاؤں کو زندہ رکھے ہوئے تھے لیکن گاؤں میں آنے والے کسی باہری

آدمی کے لئے گاؤں تالاب کے ٹھہرے ہوئے پانی کی حیثیت سے زیادہ نہیں ہوتا، گاؤں کی حدود میں داخل ہونے والا شخص گاؤں کی زندگی میں ہلچل پیدا کر دیتا، گاؤں میں ایسی ہی ایک ہلچل ہوئی جس کی خبر پادری نے شام کو مجارٹی کو دی کچھ سادھو جیسے لوگ آئے ہیں تین یا چار، بلیسر پانڈے کے دروازے پر بیٹھے ہیں۔ ''اب منگتا بھکاری ہوں گے''، چڑ چڑے نے بات ختم کی، اس کے لئے یہ کوئی نئی چیز نہیں تھی، گاؤں میں سادھو سنت جیسی حلیہ والے لوگ آتے رہتے تھے یہاں تک کہ نٹ-بیڑیا یا دوسرے بھیک مانگنے والے بھی ایسی ہی حلیہ بنا کر آتے، وہ لوگ جانتے تھے کہ سادھو سنت کے چولے میں بھیک نہ ملنے کی گنجائش تو دور کی بات ہے عزت کے ساتھ نذرانہ بھی ملنا طے ہے۔ ان سچائیوں سے واقف ہونے کی وجہ سے چڑی مار اور مجاور نے بھی خبر میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لی، پادری نے کچھ نئے راز کا انکشاف کیا، ایسے سادھو گاؤں میں پہلے کبھی نہیں آئے، بالکل نئی عمر کے ہیں، ہم تم سے بس دو چار سال بڑے ہوں گے، خاص بات تو یہ کہ ان کے پاس نہ تو بھجن کیرتن کا کوئی سامان ہے اور نہ بھیک کا جھولا، دن ڈھلے آئے ہیں تو لگتا ہے رات گاؤں میں ہی ٹھہریں گے، سادھوؤں کے اس نئے برانڈ نے مجارٹی میں زلزلہ پیدا کر دیا، سب نے فیصلہ لیا کہ پانڈے کے گھر چل کر دیکھا جائے۔

بلبیر پانڈے کے گھر کے آگے مجمع لگا تھا، محلّہ کے کئی لوگ وہاں اکٹھا تھے، گاؤں کے دوسرے لڑکے اور بڑے بھی دِکھ رہے تھے، کچھ ایسی گہما گہمی تھی جس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ جیسے کوئی خاص پروگرام ہونے جا رہا ہے، تھوڑی دیر میں پانڈے نے مجمع کو مخاطب کر کے کہا'' بھائی لوگو! ہمارے گاؤں کی خوش قسمتی ہے کہ یہاں کچھ قابل احترام شخصیتیں تشریف لائیں ہیں اور آج یہاں ان کا خطاب ہوگا، آپ سب ضرور شرکت کریں اور فیضیاب ہوں'' سچ مچ رات کے پروگرام کے لئے تخت وغیرہ لگ رہے تھے، مائک اور لاؤڈ اسپیکر کی ٹن ٹن ہو رہی تھی، لونڈوں لفنگوں کے لئے چکلس کا یہ نیا موقع تھا سو مجارٹی وہیں جم گئی، گھنٹہ بھر بعد پروگرام کا آغاز ہوا، یہ پروگرام کیا تھا؟ کیوں تھا؟ شاید ہی کسی کی سمجھ میں آیا ہو، بس چال چلن، کردار، سماج، ملک، وطن، عبادت گاہ، مسلمان.....دہشت جیسے کچھ نئے الفاظ ضرور ہوا میں اچھلے، گھومے، ناچے، رات نے انہیں اپنے دامن میں سمیٹ لیا، صبح ہوتے ہوتے گاؤں ان الفاظ کو بھول چکا تھا، یہاں مجارٹی نے موج مستی کے لئے کچھ الفاظ ضرور یاد کر لئے تھے۔ نئی صبح میں گاؤں کے لئے کچھ بھی نیا نہیں تھا سوائے اس

کے کہ کچھ باہری لوگ بھی گاؤں کی آب وہوا میں سانس لے رہے تھے، باقی وہی سب پرانا، دروازوں، چبوتروں پر جھڑو چلیں، مندر دھوئے پوچھے گئے، کنوؤں میں گگری، بالٹی ڈوبیں، کچھ چھوٹے بچے روئے چلائے، اور مدن نے بلند آواز میں پہاڑ ایا دکرنا شروع کیا، رحمت نے بھی یقیناً بیلوں کو چارا پانی کرانے کے بعد کولہو میں جوتا ہوگا۔

کل والی نوجوان قابلِ احترام شخصیتیں آج گاؤں کے گشت پر نکلیں، وہ اس طرح چنے ہوئے گھروں پر جاتے جیسے ان گھروں کے بارے میں پہلے سے ہی وہ جانتے ہوں، تھوڑی دیر گفتگو کے بعد وہ آگے بڑھ جاتے، گاؤں کے گشت کی آسانی کے لئے انہوں نے پانڈے کے لڑکے کو اپنے ساتھ لے لیا تھا، پانڈے کا لڑکا مجارٹی کا اہم رکن تھا اس لئے اسے ان لوگوں کے ساتھ چلتے اور ان لوگوں کی گفتگوں میں بالکل بھی مزہ نہیں آرہا تھا بس وہ اپنے والد کے حکم کی تعمیل میں ان کا ساتھ دے رہا تھا، چلتے چلتے ان نو جوانوں میں سے ایک کو اچانک جیسے کچھ یاد آ گیا ہو اس نے اپنے دوسرے ساتھیوں سے کچھ بات کی اور پھر لڑکے سے پوچھا ''بیٹا گاؤں میں لوہے کا کام کہاں ہوتا ہے''؟ لڑکا کچھ دیر سوچتا رہا، حالانکہ اس سوال پر سوچنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن صبح سے ہی اُسے ان عجیب سے لوگوں کے ساتھ سے بوریت ہو رہی تھی اور یہ سوچنے کا ناٹک اس کا ردعمل تھا، لڑکے نے من ہی من مسکراتے ہوئے جواب دیا ''رحمت کے یہاں'' سب ہی ایک ساتھ بول پڑے ''مسلمان کے یہاں'' لڑکے نے ان کی تصحیح کی مسلمان نہیں تیلی .....رحمت تیلی، رحمت کے یہاں لوہے کا بھی کام ہوتا ہے، چہرے پر ہنسی نہ آئے اس کی وہ بھرپور کوشش کر رہا تھا، علم وفن، قربانی اور خود سپردگی کے جس مرکز سے یہ مبلغ آتے تھے وہاں مقصد کی پاکیزگی پر زور تھا ذرائع اور حصول پر نہیں۔ انہوں نے رحمت کے گھر جانے کی خواہش ظاہر کی، پانڈے کا لڑکا دن بھر کی اُکتاہٹ سے چھٹکارا پانے کے لئے فوراً رحمت کے گھر کی طرف چل دیا، گھر کے قریب پہنچ کر اس نے گھر کی طرف اشارہ کیا اور خود وہیں ٹھہر گیا، نوجوان مبلغ رحمت کے دروازے پر پہنچے، باہر دوپہری چڑھ رہی تھی دروازے کے اندر کا اندھیرا ایسے میں کچھ اور گاڑھا ہو گیا تھا، ان میں سے ایک نے دروازے کی کنجی کھٹکھٹاتے ہوئے زور سے آواز لگائی ''رحمت میاں، ارے او میاں'' کوئی ہے کیا؟ رحمت کے کانوں میں ایسی آواز اور ایسا تخاطب پہلی بار سنا تھا، عام طور پر رحمت کے گھر آنے والے سیدھے دالان تک پہنچ کر رحمت کو پکارتے تھے اور رحمت بیٹھے بیٹھے ہی باتیں کرتے تھے لیکن اس اندازِ کلام میں ایسا کچھ خاص تھا کہ

رحمت کھڑے ہوگئے، رحمت جانتے تھے کہ میاں مسلمان کو کہتے ہیں اور یہ بھی کہ وہ تیلی سے پہلے مسلمان ہیں، کھڑے وہ اس لئے بھی ہوئے تھے کہ آواز سے وہ سمجھ گئے تھے کہ ان کے دروازے پر آنے والا گاؤں کے باہر کا کوئی شخص ہے، وہ لکڑی لئے ہوئے دروازے کے باہر تک آ گئے، اُن کو دیکھتے ہی اُن میں سے ایک نے کہا ''میاں.....ہمیں لوہے کا کچھ کام کرانا ہے، آپ کے یہاں ہوجائے گا، رحمت اجنبی آنکھوں سے اُنہیں دیکھتے رہے، دوسرے نے کہا ''میاں ہم باہر کے ہیں آپ کو پیسے فوراً دیں گے، آپ چاہیں تو پہلے بھی لے سکتے ہیں بس شرط یہ ہے کہ کام شام تک ضرور پورا ہو جانا چاہئے، رحمت کے سامنے بالکل انجان گاہک کھڑے تھے اسی لئے شاید وہ اپنے تاثرات پر قابو کئے ہوئے تھے، نہ جانے رحمت نے کیا سوچتے ہوئے ان سے پوچھ لیا'' کام کیا ہے بھیا'' تیسرے نے برجستہ کہا ہمیں شام تک ایک سو آٹھ (108) چھوٹے ترشول چاہئے۔

رحمت جہاں تھے بس وہیں کھڑے کے کھڑے رہ گئے، پتھر جیسی پرانی آنکھوں سے آنے والوں کو دیکھتے رہے جن کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا، تھوڑی دور پر کھڑا لڑکا رحمت کے فطری عمل کا انتظار کر رہا تھا، رحمت کے منھ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا، نہ ہی انہوں نے ہاتھ کی لکڑی زمین پر ٹیکی، وہ بجھے بجھے پیچھے مڑے اور دھیرے دھیرے چلتے ہوئے پہلے کی طرح دالان کی دہلیز پر بیٹھ گئے، بیلوں کی جوڑی پہلے کی طرح ہی کولہو کے ساتھ چل رہی تھی، کون کس کو گھما رہا تھا، کیا پتہ؟.....اور یہ تو رحمت کو بھی نہیں پتہ ہوگا۔

☆☆☆